© rasailojaraid.com

واقف ہیں کہ تحریکِ پاکستان کا خمیر اسلام اور صرف اسلام سے اٹھایا گیا۔ اسلام ہی اس تحریک کا پس منظر اور اساس ہے اور اسلام ہی وہ واحد رشتۂ اُخوت ہے جو اس ملک کے باشندوں کے اندر اتفاق اور اتحاد پیدا کر سکتا ہے۔ ایک پنجابی، ایک بلوچی، ایک پٹھان، ایک سندھی اور ایک بنگالی کے مابین دین کے اشتراک کے علاوہ اور کونسی ایسی قدر مشترک ہے جو انھیں ایک دوسرے سے وابستہ رکھ سکے۔ ان کی بولیاں ایک دوسرے سے الگ، ان کے رنگ جدا جدا اور ان کی عادات ایک دوسرے سے مختلف ہیں، حتّٰی کہ مغرب اور مشرق کے مابین ایک ہزار میل سے زیادہ کا فاصلہ حائل تھا، لیکن رنگ، نسل، زبان اور جغرافیائی حدود کے وسیع اختلافات کے باوجود اسلام کی مقناطیسی کشش نے پاکستانی قوم کے ان مائل بہ انتشار اجزا کو ایک دوسرے سے جوڑ رکھا تھا۔ دینِ حق نے پاکستان اور پاکستانی قوم کو ایک مضبوط بنیاد عطا کی ہے، اسی سے اس کا اجتماعی ہیولیٰ تیار ہوا ہے اور اسی کی بدولت اس کی جغرافیائی حدود متعین ہوئی ہیں۔ دوسری قوموں کے لیے مذہب روحانی سکون، اخلاقی ضابطۂ حیات یا ایک حد تک تاریخی پس منظر فراہم کرتا ہے، لیکن مسلم قوم کے لیے دینِ حق غایت الغایات اور مدارِ حیات ہے اور پاکستان کے معاملے میں تو تاریخی پس منظر کے علاوہ ملک کا جغرافیہ بھی اسی دین کا رہینِ منّت ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جو نظریہ کسی قوم کے لیے جوہرِ حیات کی حیثیت رکھتا ہو اُس کے معاملے میں کوئی ہوشمند قوم غفلت اور لاپروائی کا رویہ اختیار کرنے پر تیار نہیں ہو سکتی لیکن صد افسوس کہ ہم نے مسلم قوم کی قوت و طاقت کے اس سرمدی سرچشمے کے بارے میں بڑا تکلیف دہ رویہ اختیار کر رکھا ہے۔ جب عوام کے جذبات سے کھیلنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، تو تقریروں اور بیانات میں اسلام سے والہانہ عقیدت اور شیفتگی کا اظہار ہونے لگتا ہے۔ لیکن دنیائے عمل میں اسلام کے مطابق کوئی قدم نہیں اُٹھایا جاتا، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہماری اجتماعی زندگی دینِ حق کے انقلاب انگیز اثرات سے یکسر عاری ہے۔ اگر مشرقی اور مغربی پاکستان کے مابین دین کے رشتے کو صحیح معنوں میں مضبوط بنانے کی کوشش کی جاتی اور دینِ حق کو بازیچۂ اطفال نہ بنایا جاتا تو کیا کبھی یہ ممکن تھا کہ دو دینی بھائی زبان، رنگ، نسل کے اختلافات کی بنا پر اور معاشی مفادات کی خاطر ایک دوسرے سے الگ ہو جاتے۔ ہمارے برسرِ اقتدار طبقوں کی غفلت کی وجہ سے چونکہ اسلام کا رشتہ ہر آن کمزور ہوتا گیا اس لیے جاہلی تعصبات نے زور پکڑا اور انھوں نے ہماری قوم کے رگ و پے میں منافرت کا زہر بھر دیا جس کی بنا پر بھائی نے بھائی کا گلا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کاٹا، بھائیوں نے بہنوں کی عصمت دری کی اور ہنود و یہود کی شہ پاکر ایک خدا اور ایک رسول اور ایک دین کے ماننے والوں اور پاکستان کے قیام کے لیے ایک دوسرے کے ہم عنان ہوکر جدوجہد کرنے والوں نے آپس میں ایسی قساوتِ قلبی کا مظاہرہ کیا کہ اگر اسے درندوں کی طرف منسوب کیا جائے تو وہ بھی شاید شرم کے مارے اپنی آنکھیں جھکا لیں۔ چرخ نیلی فام نے اس سے بڑا حزنیہ اور کیا دیکھا ہوگا کہ توحید پرستوں کی ایک بہت بڑی جمیعت نے مسلمانوں سے کٹ کر اپنے آپ کو اس ہندو سامراج کی تحویل میں دے دیا جس کی قہرمانیوں اور ریشہ دوانیوں سے بچنے کے لیے اس نے پچیس برس بیشتر پاکستان کی صورت میں ایک الگ خطۂ ارضی کے حصول کے لیے اس کے خلاف جنگ لڑی تھی۔ آخر یہ اندوہناک صورتِ حال کیوں پیدا ہوئی، دشمن کو ہمارے جسد میں منافرت کا زہر پھیلانے کا کیوں موقع ملا۔ اس کی وجہ بجز اس کے اور کیا ہے کہ برسرِ اقتدار طبقوں کی غلط روش نے اسلام دشمن طاقتوں کو کھل کھیلنے کے پورے مواقع فراہم کیے اور انہوں نے ان سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے دینی جذبات اور احساسات کو سرد کر کے ان کی جگہ نسلی اور لسانی تعصّبات کی آگ بھڑکا دی جس نے ہماری اجتماعیت کو خاکستر کر کے رکھ دیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان کے مشرقی حصّے پر ہندو کا تسلّط ہماری قومی زندگی کا ایک بہت بڑا سانحہ ہے لیکن ہم اس حادثہ پر اس قدر دل گرفتہ اور پریشان نہ ہوتے اگر ہمیں بچے کھچے پاکستان میں حالات کسی اعتبار سے بھی روبہ اصلاح نظر آتے اور ہم محسوس کرتے کہ تشتّت و افتراق کے جو عوامل پاکستان کو پہلے شدید نقصان پہنچا چکے ہیں اُن عوامل کو نہ صرف مغربی پاکستان میں بے اثر بنا دیا جائے گا بلکہ ان تخریبی عوامل کی جگہ ایسے عوامل کو بروئے کار لایا جائے گا جس سے باقی ماندہ پاکستان کے بسنے والوں میں اتحاد و یگانگت پیدا ہوگی مگر ہر دردمند پاکستانی کی آنکھیں خون کے آنسو بہاتی ہیں وہ جب یہ دیکھتی ہیں کہ یہاں اتفاق و اتحاد کے اس مجرّب نسخے کے مطابق کوئی عمل نہیں کیا جا رہا بلکہ انتشار کی قوتیں اس حصے میں پہلے سے زیادہ سرگرم عمل ہیں۔ مُلک کے ذرائع ابلاغ پر عملاً اُن لوگوں کا قبضہ ہے جو اشتراکیت یا لادینیت کے علمبردار ہیں اور جو ایک طے بند ھے منصوبے کے تحت علاقائی کلچر اور علاقائی بولیوں کی ترقی کی آڑ میں مُلک کے مختلف حصوں میں منافرت کے بیج بو رہے ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دعوتِ اسلامی کی حقیقی نوعیت

(۳)

توحید کی تعلیم اور شرک کی تردید

(۵) **توحید کے تقاضے** | توحید کو حق اور شرک کو ہر لحاظ سے باطل ثابت کرنے کے ساتھ قرآن میں یہ بھی کھول کھول کر بیان کر دیا گیا کہ اللہ وحدہٗ لاشریک کو رب اور معبود ماننے کے بعد لازم کیا آتا ہے:

(۱) اس سے لازم آتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت اور پرستش نہ کی جائے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ
إِلَّا لِيَعْبُدُونِ
(الذاریات - ۵۶)

میں نے جن اور انسانوں کو کسی اور کی عبادت کے لیے نہیں بلکہ اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔

لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ
وَاسْجُدُوا لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ
إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ [1]
(حٰم السجدہ ۳۷)۔

نہ سورج کو سجدہ کرو نہ چاند کو بلکہ اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا ہے اگر فی الواقع تم اسی کی عبادت کرنے والے ہو۔

إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ
فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّينَ
أَلَا لِلّٰهِ الدِّينُ الْخَالِصُ
(الزُّمَر ۲-۳)

اے محمدؐ، ہم نے یہ کتاب تمہاری طرف برحق نازل کی ہے لہٰذا تم اللہ ہی کی عبادت کرو دین کو اس کے لیے خالص کرکے۔ خبردار رہو دین خالص اللہ ہی کا حق ہے۔

---

[1] یہ آیت سجدہ ہے۔ اسے پڑھ کر سجدہ کر لیا جائے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قُلْ إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ (المومن - ۶۶)

کہہ دو کہ مجھے اس بات سے منع کر دیا گیا ہے کہ اُن کی عبادت کروں جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو۔

(۲) اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی سے دعا نہ مانگی جائے کسی کو فوق الفطری SUPERNATURAL طور پر حاجت روا اور کارساز سمجھ کر اُس سے اپنی حاجات میں مدد نہ مانگی جائے:

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ (الفاتحہ)

(اے اللہ) تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں[1]

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ (یونس - ۱۰۶)

اور اللہ کے سوا کسی اور کو مدد کے لیے نہ پکارو جو نہ تمہیں فائدہ پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ۔ (القصص - ۸۸)

اور اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو مدد کے لیے نہ پکارو۔ کوئی حقیقی معبود اس کے سوا نہیں ہے۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ (المومن - ۶۰)۔

اور تمہارا رب کہتا ہے مجھے پکارو، میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا، جو لوگ گھمنڈ میں آ کر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں وہ ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے[2]

---

[1] ایک مدد وہ ہے جو دنیا کے مادی قوانین کے تحت ایک شخص کسی دوسرے شخص یا چیز یا ادارے سے مانگتا ہے۔ یہ توحید کے خلاف نہیں۔ توحید کے خلاف یہ ہے کہ خدا کے سوا کسی اور کے متعلق یہ سمجھا جائے کہ وہ غیبی طور پر ہماری دعائیں سنتا ہے اور یہ خیال کرتے ہوئے اس سے مدد مانگی جائے کہ عالم اسباب پر اس کی حکمرانی ہے یا حکمرانی میں اُس کا کوئی حصہ ہے اور عام مادی اسباب سے بالاتر طریقے پر وہ ہماری حاجتیں پوری کر سکتا ہے۔

[2] اس آیت سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ دعا اور عبادت کی حقیقت ایک ہی ہے۔ جو شخص کسی سے دعا مانگتا ہے وہ درحقیقت اس کی عبادت کرتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (البقرہ - ۱۸۶)	اور جب میرے بندے تم سے میرے متعلق پوچھیں تو ان سے کہو میں قریب ہی ہوں[1]، دعا مانگنے والا جب مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا کا جواب دیتا ہوں[2]۔

(۳) اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ اللہ کے سوا عالم الغیب کسی کو نہ مانا جائے۔ کسی دوسرے کے متعلق یہ نہ سمجھا جائے کہ وہ کائنات کی تمام پوشیدہ اور ظاہر حقیقتوں کو جانتا ہے اور ماضی سے مستقبل تک ہر چیز کا اُسے علم ہے۔

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ (النمل - ۶۵)	کہو، آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں ان میں سے کوئی بھی غیب کا علم اللہ کے سوا نہیں رکھتا۔
وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ (الانعام - ۵۹)	اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ خشکی اور سمندر میں جو کچھ ہے اُسے وہی جانتا ہے۔ کسی درخت کا ایک پتہ بھی جھڑتا ہے تو وہ اسے جانتا ہے۔ زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ ایسا نہیں اور نہ کوئی خشک و تر ایسا ہے جو ایک واضح دفتر میں درج نہ ہو۔

(۴) اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کے نام پر یا کسی آستانے پر کوئی جانور ذبح یا قربان نہ کیا جائے، اور ہر ایسا جانور حرام ہو جسے ذبح کرتے ہوئے اللہ کا نام نہ لیا جائے، یا اللہ کے ساتھ کسی اور

---

[1] یعنی مجھ سے دعا مانگنے کے لیے کسی واسطے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں براہِ راست دعا سنتا ہوں۔

[2] جواب سے مراد ایسا جواب نہیں ہے جو دعا مانگنے والا بھی سُنے، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ تمام درخواستوں پر جوابی کارروائی میں ہی کرتا ہوں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا بھی نام لیا جائے۔ قرآن میں ۴ مقامات پر صاف صاف الفاظ میں فرمایا گیا ہے کہ جس جانور کو ذبح کرتے وقت اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو وہ حرام ہے (البقرہ — ۱۷۳ — المائدہ — ۳ — الانعام — ۱۴۵ — النحل — ۱۱۵)۔ سورۂ مائدہ میں یہ بھی تصریح ہے کہ غیر اللہ کے لیے نذر کے طور پر قربانیاں چڑھانے کے لیے جو آستانے مشرکین نے بنا رکھے تھے ان پر ذبح کیا ہوا جانور بھی حرام ہے (آیت ۳) پھر سورۂ انعام میں صراحت کے ساتھ فرمایا گیا:

فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ ـــ اللّٰهِ عَلَيْهِ (آیت ۱۱۸)۔

پس کھاؤ اُس جانور کے گوشت میں سے جس پر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہو۔

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ (آیت ۱۲۱)۔

اور نہ کھاؤ کسی ایسے جانور کے گوشت میں سے جس پر ذبح کے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو کیونکہ یہ فسق ہے۔

(۵) اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ جو خدا ساری کائنات کی حاکمیت و اقتدار کا لاشریک مالک ہے اسی خدا کی حاکمیت اور اُسی کے اقتدار اعلیٰ کو جملہ انسانی معاملات (اخلاق، تہذیب، تمدن، معاشرت، معیشت، سیاست، قانون، عدالت اور صلح و جنگ وغیرہ) میں بھی تسلیم کیا جائے۔ اسی کا قانون، قانون ہو، کسی دوسرے کو اس کے مقابلے میں قانون سازی کا اختیار نہ ہو۔ اسی کا حرام کیا ہوا حرام اور اسی کا حلال کیا ہوا حلال ہو، کسی کو یہ حق نہ ہو کہ بطور خود حلال و حرام تجویز کرے۔ انسان بحیثیت فرد اور بحیثیت جماعت نہ خود مختار بن کر اپنی مرضی چلائے، اور نہ خدائے واحد کے سوا کسی اور کی مرضی کا قانون و قاعدہ تسلیم کرے۔ انسانی معاملات میں فیصلہ کا اختیار اللہ کو ہو نہ کہ بندوں کو۔

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللّٰهِ (الشوریٰ — ۱۰)

تمہارے درمیان جس چیز میں بھی اختلاف ہو اس کا فیصلہ کرنا اللہ کا کام ہے۔

أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ (الشوریٰ — ۲۱)

کیا یہ لوگ کچھ ایسے شریکِ خدا رکھتے ہیں جنہوں نے ان کے لیے دین کی نوعیت رکھنے والی ایسی شریعت مقرر کر دی ہے جس کا اللہ نے اذن نہیں دیا ہے؟

" اس آیت کے الفاظ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں شریکوں سے مراد وہ شریک نہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں جن سے لوگ دعائیں مانگتے ہیں، جن کی نذر و نیاز چڑھاتے ہیں، جن کے آگے پوجا پاٹ کے مراسم ادا کرتے ہیں، بلکہ لامحالہ ان سے مراد وہ انسان ہیں جن کو لوگوں نے شریک فی الحکم ٹھیرا لیا ہے، جن کے سکھائے ہوئے افکار و عقائد اور نظریات اور فلسفوں پر لوگ ایمان لاتے ہیں، جن کی دی ہوئی قدروں کو مانتے ہیں، جن کے پیش کیے ہوئے اخلاقی اصولوں اور تہذیب و ثقافت کے معیاروں کو قبول کرتے ہیں، اور جن کے مقرر کیے ہوئے قوانین اور طریقوں اور رواجات کو اپنے مذہبی مراسم، اور عبادات میں، اپنی شخصی زندگی میں، اپنی معاشرت میں، اپنے تمدّن میں اپنے کاروبار اور لین دین میں، اپنی عدالتوں اور اپنی سیاست اور حکومت اس طرح اختیار کرتے ہیں کہ گویا یہی وہ شریعت ہے جس کی پیروی اُن کو کرنی چاہیئے" (تفہیم القرآن، جلد چہارم، الشوریٰ، حاشیہ ۳۸)

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۔ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (التوبہ - ۳۱) -

انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنا لیا اور اسی طرح مسیح ابن مریم کو بھی۔ حالانکہ ان کو ایک خدا کے سوا کسی کی بندگی کا حکم نہیں دیا گیا تھا جس کے سوا کوئی بندگی کا مستحق نہیں۔ پاک ہے وہ اُس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔

"حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عدیؓ بن حاتم، جو پہلے عیسائی تھے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر مسلمان ہوئے تو انہوں نے منجملہ اور سوالات کے ایک سوال یہ بھی کیا تھا کہ اس آیت میں ہم پر اپنے علماء اور درویشوں کو خدا بنا لینے کا جو الزام عائد کیا گیا ہے اس کی اصلیت کیا ہے۔ جواب میں حضورؐ نے فرمایا کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ جو کچھ وہ حرام قرار دیتے ہیں اسے تم حرام مان لیتے ہو اور جو کچھ وہ حلال قرار دیتے ہیں اسے حلال مان لیتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا یہ تو ضرور ہم کرتے رہے ہیں۔ فرمایا بس یہی ان کو خدا مان لینا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کتاب اللہ کی سند کے بغیر جو لوگ انسانی زندگی کے لیے جائز و ناجائز کی حدود مقرر کرتے ہیں وہ دراصل خدائی کے مقام پر بزعم خود متمکن ہوتے ہیں اور جو ان کے اس حق شریعت سازی کو تسلیم کرتے ہیں وہ انہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خدا بناتے ہیں۔"

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ۔ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ۔

(یونس - ۵۹)۔

اے نبیؐ، ان سے کہو تم نے کبھی سوچا بھی کہ سامانِ زیست اللہ نے تمہارے لیے نازل کیا تھا اس میں سے تم نے خود ہی کسی کو حرام اور کسی کو حلال ٹھیرالیا؟ ان سے پوچھو کیا اللہ نے تم کو اس کی اجازت دی تھی یا تم اللہ پر افترا کر رہے ہو؟

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ (النحل - ۱۱۶)۔

اور یہ جو تمہاری زبانیں جھوٹے احکام لگاتی ہیں کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام، تو اس طرح کے حکم لگا کر اللہ پر جھوٹ نہ باندھا کرو۔ جو لوگ اللہ پر جھوٹے افترا باندھتے ہیں وہ ہرگز فلاح نہیں پایا کرتے۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ..... هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ...... هُمُ الْفٰسِقُوْنَ

(المائدہ - ۴۴ - ۴۵ - ۴۷)

اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں..... وہی ظالم ہیں ...... وہی فاسق ہیں۔

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ

(الجاثیہ - ۲۳)۔

پھر تم نے دیکھا اس شخص کو جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا خدا بنا لیا (یعنی خود مختار بن گیا اور اپنے نفس کی بندگی کرنے لگا)۔

اس طرح وہ توحید جس کی تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیش کر رہے تھے اس کا تقاضا صرف یہی نہ تھا کہ لوگ خدائے واحد کے سوا کسی کی پرستش نہ کریں، کسی سے دعا نہ مانگیں، کسی کے لیے قربانیاں نہ کریں، بلکہ یہ بھی تھا کہ لوگ اپنے تمام رسمی اور رواجی قاعدوں، اور تمام خود ساختہ یا دوسروں کے بنائے ہوئے قوانین اور ضوابط کو چھوڑ کر صرف ایک اللہ کو قانون [illegible] اور اسی کے دیئے ہوئے قانون کی پیروی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کریں۔ اس معاملہ میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی کوئی استثنا نہ تھا۔ آپ کو بھی یہ حکم تھا کہ اللہ کے نازل کردہ قانون کا اتباع کریں اور اپنی مرضی سے خود کسی چیز کو حلال یا حرام نہ کریں۔

اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ (الانعام۔ ۱۰۶)۔	اے محمدؐ، پیروی کرو اس چیز کی جو بذریعہ وحی تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے بھیجی گئی ہے۔
یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ (التحریم۔ ۱)۔	اے نبیؐ، تم کیوں اس چیز کو حرام کرتے ہو جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہے؟

یہ گویا ایک ہمہ گیر انقلاب کی دعوت تھی جو صرف مذہب ہی کو نہیں بلکہ پورے نظامِ زندگی کو بدل ڈالنا چاہتی تھی۔ اس سے مشرکینِ عرب میں تو کھلبلی مچنی ہی تھی، مگر خاص طور پر قریش کے مفاد پر اس کی جو شدید ضرب پڑتی تھی اس پر وہ تلملا اٹھے، کیونکہ خود ان کے قبیلے اور ان کے اپنے شہر سے اس دعوت کے اٹھنے میں ان کو اپنی صریح تباہی نظر آتی تھی۔

قریش کی مخالفت کی بڑی اور بنیادی وجہ قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے کہ قریش کے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول کرنے میں جو خطرہ نظر آتا تھا وہ یہ تھا:

وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰی مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا (القصص۔ ۵۷)۔	وہ کہتے ہیں اگر ہم تمہارے ساتھ اس ہدایت کی پیروی اختیار کرلیں تو اپنی زمین سے اُچک لیے جائیں گے۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ قریش کے کفر و انکار کا سب سے اہم بنیادی سبب یہی تھا۔ اس بات کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے کے لیے ہمیں دیکھنا چاہیے کہ تاریخی طور پر اس زمانے میں قریش کی پوزیشن کیا تھی جس پر ضرب پڑنے کا انہیں اندیشہ تھا۔

قریش کو ابتداءً جس چیز نے عرب میں اہمیت دی وہ یہ تھی کہ ان کا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہونا انسابِ عرب کی رو سے بالکل ثابت تھا اور اس بناء پر ان کا خاندان عربوں کی نگاہ میں پیرزادوں کا خاندان تھا۔ پھر جب قُصَیّ بن کلاب کے حسنِ تدبیر سے یہ لوگ کعبہ کے متولی ہوگئے اور مکّہ ان کا مسکن بن گیا تو ان کی اہمیت پہلے سے بہت زیادہ ہوگئی۔ اس لیے کہ اب وہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عرب کے سب سے بڑے "تیر بخط"[1] کے مجاور تھے۔ تمام قبائلِ عرب میں ان کو مذہبی پیشوائی کا مقام حاصل تھا اور حج کی وجہ سے عرب کا کوئی قبیلہ ایسا نہ تھا جو اُن سے تعلقات نہ رکھتا ہو۔ اس مرکزی حیثیت سے فائدہ اُٹھا کر قریش نے بتدریج تجارتی ترقی شروع کی اور خوش قسمتی سے روم و ایران کی سیاسی کشمکش نے ان کو بین الاقوامی تجارت میں ایک اہم مقام عطا کر دیا۔ اس زمانے میں روم و یونان اور مصر و شام کی جتنی تجارت بھی چین، ہندوستان، انڈونیشیا اور مشرقی افریقہ کے ساتھ تھی اُس کے سارے ناکے ایران نے روک دیئے تھے۔ آخری راستہ بحرِ احمر کا رہ گیا تھا۔ سو یمن پر ایران کے قبضہ نے اسے بھی روک دیا۔ اس کے بعد کوئی صورت اِس تجارت کو جاری رکھنے کے لیے اس کے سوا نہیں رہ گئی تھی کہ عرب کے تاجر ایک طرف رومی مقبوضات کا مال بحرِ عرب اور خلیج فارس کے بندرگاہوں پر پہنچائیں اور دوسری طرف اُنہی بندرگاہوں سے مشرقی اموالِ تجارت لے کر رومی مقبوضات میں پہنچیں۔ اس صورتِ حال نے مکّہ کو بین الاقوامی تجارت کا ایک اہم مرکز بنا دیا۔ اُس وقت قریش ہی تھے جنہیں اِس کاروبار کا اجارہ حاصل تھا۔ لیکن عرب کی طوائف الملوکی کے ماحول میں یہ تجارتی نقل و حرکت اس کے بغیر نہ ہو سکتی تھی کہ تجارتی شاہراہیں جن قبائل کے علاقوں سے گذرتی تھیں ان کے ساتھ قریش کے گہرے تعلقات ہوں۔ سردارانِ قریش اس غرض کے لیے صرف اپنے مذہبی اثر پر اکتفا نہ کر سکتے تھے۔ اس کے لیے انہوں نے تمام قبائل کے ساتھ معاہدات کر رکھے تھے۔ تجارتی منافع میں سے بھی وہ اُن کو حصّہ دیتے تھے۔ شیوخِ قبائل اور با اثر سرداروں کو تحائف و ہدایا سے بھی خوش رکھتے تھے اور سودی کاروبار کا بھی ایک جال انہوں نے پھیلا رکھا تھا جس میں قریب قریب تمام ہمسایہ قبائل کے تجّار اور سردار جکڑے ہوئے تھے۔

ان حالات میں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ توحید اُٹھی تو دینِ آبائی کے تعصب سے بھی بڑھ کر جو چیز قریش کے لیے اُس کے خلاف وجہ اشتعال بنی وہ یہ تھی کہ اِس دعوت کی بدولت اُنہیں اپنا مفاد خطرے میں نظر آ رہا تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ معقول دلائل اور حجّتوں سے شرک و بت پرستی غلط اور توحید صحیح بھی ہو تو اُس کو چھوڑنا اور اِسے قبول کر لینا ہمارے لیے تباہ کن ہے۔ ایسا کرتے ہی تمام عرب ہمارے خلاف بھڑک اُٹھے گا۔ ہمیں کعبہ کی تولیت سے بے دخل کر دیا جائے گا۔ بت پرست قبائل کے ساتھ ہمارے وہ تمام معاہدانہ تعلقات

---

[1] مراد یہ ہے کہ قریش نے اللہ کے مقدس گھر کو ایک بت خانے اور تیر بخط کی شکل دے رکھی تھی (مرتبین)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ختم ہو جائیں گے جن کی وجہ سے ہمارے تجارتی قافلے رات دن عرب کے مختلف حصوں سے گزرتے ہیں۔ اس طرح یہ دین ہمارے مذہبی رسوخ و اثر کا بھی خاتمہ کر دے گا اور ہماری معاشی خوشحالی کا بھی۔ بلکہ بعید نہیں کہ تمام قبائلِ عرب ہمیں سرے سے مکّہ ہی چھوڑنے پر مجبور کر دیں۔

یہاں پہنچ کر دنیا پرستوں کی بے بصیرتی کا عجیب نقشہ انسان کے سامنے آتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار انھیں یقین دلاتے تھے کہ یہ کلمہ جو میں تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں اسے مان لو تو عرب و عجم تمہارے تابع ہو جائیں گے۔ مگر اُنہیں اس میں اپنی موت نظر آتی تھی۔ وہ سمجھتے تھے کہ جو دولت، اثر، رسوخ ہمیں آج حاصل ہے یہ بھی اس دعوت کو ماننے سے ختم ہو جائے گا کجا کہ عرب و عجم ہمارے تابع ہوں۔ ان کو اندیشہ تھا کہ یہ کلمہ قبول کرتے ہی ہم اس سرزمین میں ایسے بے یار و مددگار ہو جائیں گے کہ جیل کوّے جس طرح گوشت اُچک لے جاتے ہیں اُسی طرح ہم اس سرزمین سے اُچک لیے جائیں گے اور ہمارا کہیں ٹھکانا نہ رہے گا۔ اُن کی کوتاہ نظری وہ وقت نہ دیکھ سکتی تھی جب چند ہی سال بعد تمام عرب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت ایک مرکزی سلطنت کا تابعِ فرمان ہونے والا تھا، پھر اُسی نسل کی زندگی میں ایران، عراق، شام، مصر، سب ایک ایک کر کے اس سلطنت کے زیرِ نگیں ہو جانے والے تھے، اور اس قول پر ایک صدی گزرنے سے بھی پہلے قریش ہی کے خلفاء سندھ سے لے کر اسپین تک اور قفقاز سے لے کر یمن کے سواحل تک دنیا کے ایک بہت بڑے حصہ پر حکمرانی کرنے والے تھے۔

اُن کے اس عذر پر قرآن کا جواب | قرآن مجید میں ان کے اس عذر کا جو مفصل جواب اسی سورۂ قصص میں دیا گیا اُسے دیکھیے کہ وہ کتنا اثر انگیز تھا۔ فرمایا:

أَوَلَمْ نُمَكِّن لَّهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُجْبَىٰ إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّن لَّدُنَّا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ۔

(القصص - ۵۷)

کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ہم نے ایک پُرامن حرم کو اِن کے لیے ایک جائے قیام بنا دیا جس کی طرف ہر طرح کے ثمرات کھچے چلے آتے ہیں ہماری طرف سے رزق کے طور پر؟ مگر ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے عذر کا پہلا جواب ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حرم جس کے امن و امان اور جس کی مرکزیت کی بدولت آج تم اس قابل ہوئے ہو کہ دنیا بھر کا مالِ تجارت اس وادیٔ غیر ذی زرع میں کھچا چلا آ رہا ہے، کیا اس کو یہ امن اور یہ مرکزیت کا مقام تمہاری کسی تدبیر نے دیا ہے؟ ڈھائی ہزار برس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پہلے چٹیل پہاڑوں کے درمیان اِس بے آب وگیاہ وادی میں ایک اللہ کا بندہ اپنی بیوی اور ایک شیر خوار بچے کو لے کر آیا تھا۔ اس نے یہاں پتھروں پر پتھر رکھ کر ایک حجرہ تعمیر کر دیا اور پکار دیا کہ اللہ نے اِسے حرم بنایا ہے آؤ اس گھر کی طرف اور اس کا طواف کرو۔ اب یہ اللہ کی دی ہوئی برکت نہیں تو اور کیا ہے کہ ۲۵ صدیوں سے یہ جگہ عرب کا مرکز بنی ہوئی ہے، سخت بد امنی کے ماحول میں ملک کا صرف یہی گوشہ ایسا ہے جہاں امن میسر ہے، اس کو عرب کا بچہ بچہ احترام کی نگاہ سے دیکھتا ہے، اور ہر سال ہزارہا انسان اس کے طواف کے لیے چلے آتے ہیں۔ اِسی نعمت کا ثمرہ تو ہے کہ تم عرب کے سردار بنے ہوئے ہو اور دنیا کی تجارت کا ایک بڑا حصہ تمہارے قبضے میں ہے۔ اب کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ جس خدا نے یہ نعمت تمہیں بخشی ہے، اس سے منحرف اور باغی ہو کر تو تم پھلو پھولو گے، مگر اس کے دین کی پیروی اختیار کرتے ہی برباد ہو جاؤ گے؟

پھر فرمایا:

وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَرْيَةٍ بَطِرَتْ	اور کتنی ہی بستیاں ہم تباہ کر چکے ہیں جن
مَعِيشَتَهَا ۖ فَتِلْكَ مَسَاكِنُهُمْ لَمْ	کے لوگ اپنی معیشت پر اترا گئے تھے۔ سو دیکھ
تُسْكَن مِّن بَعْدِهِمْ إِلَّا قَلِيلًا ۖ	لو، وہ ان کے مسکن پڑے ہوئے ہیں جن میں ان
وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِينَ	کے بعد کم ہی کوئی بسا ہے۔ آخر کار ہم ہی وارث
(القصص۔ ۵۸)۔	ہو کر رہے۔

یہ اُن کے عذر کا دوسرا جواب ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس مال و دولت اور خوشحالی پر تم اترائے ہوئے ہو اور جس کے کھوئے جانے کے خطرے سے تم باطل پر جمنا اور حق سے منہ موڑنا چاہتے ہو، یہی چیز کبھی عاد اور ثمود اور سبا اور مدین اور قومِ لوطؑ کے لوگوں کو بھی حاصل تھی۔ پھر کیا یہ چیز ان کو تباہی سے بچا سکی؟ آخر معیارِ زندگی کی بلندی ہی تو ایک مقصود نہیں ہے کہ آدمی حق و باطل سے بے نیاز ہو کر بس اُسی کے پیچھے پڑا رہے اور راہِ راست کو صرف اس لیے قبول کرنے سے انکار کر دے کہ ایسا کرنے سے یہ گوہرِ مقصود ہاتھ سے جانے کا خطرہ ہے۔ کیا تمہارے پاس اِس کی کوئی ضمانت ہے کہ جن گمراہیوں اور بدکاریوں نے پچھلی خوشحال قوموں کو تباہ کیا انھی پر اصرار کر کے تم بچے رہ جاؤ گے اور ان کی طرح تمہاری شامت کبھی نہ آئے گی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آگے فرمایا:

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ (القصص - ۵۹)	اور تیرا رب بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہ تھا جب تک کہ اُن کے مرکز میں ایک رسول نہ بھیج دے جو ان کو ہماری آیات سنائے - اور ہم بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہ تھے، جب تک کہ ان کے رہنے والے ظالم نہ ہوجاتے -

یہ ان کے عذر کا تیسرا جواب ہے - پہلے جو قومیں تباہ ہوئیں ان کے لوگ ظالم ہوچکے تھے، مگر خدا نے ان کو تباہ کرنے سے پہلے اپنے رسول بھیج کر انہیں مُتنبّہ کیا، اور جب ان کی تنبیہ پر بھی وہ اپنی کج روی سے باز نہ آئے تو انہیں ہلاک کر دیا - یہی معاملہ اب تمہیں درپیش ہے - تم بھی ظالم ہوچکے ہو، اور ایک رسول تمہیں بھی متنبّہ کرنے کے لیے آگیا ہے - اب تم کفر و انکار کی روش اختیار کر کے اپنے عیش اور اپنی خوشحالی کو بچاؤ گے نہیں بلکہ اُلٹا خطرے میں ڈالو گے - جس تباہی کا تمہیں اندیشہ ہے وہ ایمان سے نہیں بلکہ انکار کرنے سے آئے گی -

اس کے بعد ارشاد ہوا:

وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ - (القصص آیت ۶۰ - ۶۱)	تم لوگوں کو جو کچھ بھی دیا گیا ہے وہ محض دنیا کی زندگی کا سامان اور اس کی زینت ہے، اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ اس سے بہتر اور باقی تر ہے - کیا تم لوگ عقل سے کام نہیں لیتے؟ بھلا وہ شخص جس سے ہم نے اچھا وعدہ کیا ہو اور وہ اسے پانے والا ہو کبھی اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جسے ہم نے صرف حیاتِ دنیا کا سروسامان دے دیا ہو اور پھر وہ قیامت کے روز سزا کے لیے پیش کیا جانے والا ہو؟

یہ ان کے عذر کا چوتھا جواب ہے - اس جواب کو سمجھنے کے لیے پہلے دو باتیں اچھی طرح ذہن نشین ہوجانی چاہئیں -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اوّل یہ کہ دنیا کی موجودہ زندگی، جس کی مقدار کسی کے لیے بھی چند سالوں سے زیادہ نہیں ہوتی، محض ایک سفر کا عارضی مرحلہ ہے۔ اصل زندگی جو ہمیشہ قائم رہنے والی ہے، آگے آنی ہے۔ موجودہ عارضی زندگی میں انسان خواہ کتنا ہی سرو سامان جمع کر لے اور چند سال کیسے ہی عیش کے ساتھ بسر کر لے، بہرحال اسے ختم ہونا ہے اور یہاں کا سب سرو سامان آدمی کو یونہی چھوڑ کر اُٹھ جانا ہے۔ اِس عیش کے مقابلے میں ایک عقل مند اِس کو ترجیح دے گا کہ یہاں چند سال مصیبتیں بھگت لے، مگر یہاں سے وہ بھلائیاں کما کر لے جائے جو بعد کی دائمی زندگی میں اس کے لیے ہمیشگی کے عیش کی موجب بنیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ کا دین انسان سے یہ مطالبہ نہیں کرتا کہ وہ اس دنیا کی متاعِ حیات سے استفادہ نہ کرے اور اس کی زینت کو خواہ مخواہ لات ہی مار دے۔ اس کا مطالبہ صرف یہ ہے کہ وہ دنیا پر آخرت کو ترجیح دے، کیونکہ دنیا فانی ہے اور آخرت باقی، اور دنیا کا عیش کم تر اور آخرت کا عیش بہتر۔ اس لیے دنیا کی وہ متاع اور زینت تو آدمی کو ضرور حاصل کرنی چاہیئے جو آخرت کی باقی رہنے والی زندگی میں سُرخرو کرے، یا کم از کم یہ کہ اسے وہاں کے ابدی خسارے میں مبتلا نہ کرے۔ لیکن جہاں معاملہ مقابلے کا آ پڑے، یعنی دنیا کی کامیابی اور آخرت کی کامیابی ایک دوسرے کی ضد ہو جائیں، وہاں دینِ حق کا مطالبہ انسان سے یہ ہے، اور یہی عقلِ سلیم کا مطالبہ بھی ہے، کہ آدمی دنیا کو آخرت پر قربان کر دے اور اِس دنیا کی عارضی متاع و زینت کی خاطر وہ راہ ہرگز اختیار نہ کرے جس سے ہمیشہ کے لیے اس کی عاقبت خراب ہوتی ہو۔

ان دو باتوں کو نگاہ میں رکھ کر دیکھیئے کہ اللہ اوپر کے فقروں میں کفارِ مکہ سے کیا فرما رہا ہے۔ وہ یہ نہیں فرماتا کہ تم اپنی تجارت لپیٹ دو، اپنے کاروبار ختم کر دو، اور ہمارے پیغمبر کو مان کر فقیر ہو جاؤ۔ بلکہ وہ یہ فرماتا ہے کہ یہ دنیا کی دولت جس پر تم ریجھے ہوئے ہو، بہت تھوڑی دولت ہے اور بہت تھوڑے دنوں کے لیے تم اس کا فائدہ اِس حیاتِ دنیا میں اُٹھا سکتے ہو۔ اس کے برعکس اللہ کے ہاں جو کچھ ہے وہ اس کی نسبت کم و کیف (QUANTITY اور QUALITY) میں بھی بہتر ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والا بھی ہے۔ اس لیے تم سخت حماقت کرو گے اگر اس عارضی زندگی کی محدود نعمتوں سے متمتع ہونے کی خاطر وہ روش اختیار کرو جس کا نتیجہ آخرت کے دائمی خسارے کی شکل میں تمہیں بھگتنا پڑے۔ تم خود مقابلہ کر کے دیکھ لو کہ کامیاب آیا وہ شخص ہے جو محنت و جانفشانی کے ساتھ اپنے رب کی خدمت بجا لائے اور پھر ہمیشہ کے لیے اس کے انعام سے سرفراز ہو، یا وہ شخص جو گرفتار ہو کر مجرم کی حیثیت سے خدا کی عدالت میں پیش کیا جانے والا ہو اور گرفتاری سے

© rasailojaraid.com